علی کرم اللہ وجہہ

ذاکر شامِ غریباں عمدۃ العلماء مولانا سید کلب حسین صاحب طاب ثراہ

اسلامی نظریہ کے مطابق جب سے اس زمین پر انسان کے قدم آئے اور عام خیالات کی بنا پر جب سے انسانی حافظہ نے واقعات کو تاریخی حیثیت دی اس وقت سے اس وقت تک بہت سے افراد نے خاص طور سے شہرت حاصل کی۔ ان یادگار ہستیوں کی شہرت کو جب گذشتہ دور جہالت کی تاریکی مٹا نہ سکی تو قیاسی نتیجہ یہی ہے کہ آئندہ یہ دور تاریخی بھی مٹا نہ سکے گا اور قیام قیامت تک ان ہستیوں کی یاد کسی نہ کسی صورت سے باقی رہے گی۔ شہرت کے ذرائع یقیناً اکثر ذاتوں میں مختلف ہوا کیے۔ کوئی اپنے بغض وحسد میں مشہور ہوا جیسے شیطان اور کوئی اپنے خلوص ومحبت سے شہرت عام کا مستحق قرار پایا جیسے حضرت آدمؑ۔ کسی نے گمراہی میں شہرت حاصل کی جیسے فرعون اور نمرود اور کسی نے دیانتداری اور ایمانداری میں نام پیدا کیا جیسے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰ۔ کوئی دنیا پرستی میں یادگاریں چھوڑ گیا اور کوئی دین پرستی میں آج تک شہرۂ آفاق ہے۔ جس طرح اچھائیاں جب حد سے آگے بڑھ جاتی ہیں تو انسان اپنے ذکر خیر کے ساتھ اس ناپائیدار دنیا میں ہمیشہ یاد کئے جانے کا استحقاق پیدا کر لیتا ہے۔ اسی طرح جب کسی کی برائیاں انتہا کو پہنچ جائیں تو نفرت وحقارت ہی کے ساتھ سہی مگر اس کا تذکرہ پائیدار ہو جاتا ہے دور سابق کی ہستیوں میں تو وہ لوگ بھی ہیں جن کا نام برائیوں، بدکرداریوں اور گمراہیوں کے ذریعہ نقش کالحجر بن کر اس وقت تک صفحۂ عالم پر موجود ہے مگر ان کی تعداد بہ نسبت ان لوگوں کے کم ہے جو اپنے ایمان، حسن اخلاق، نیک سیرت، فضائل ذاتی کے اعتبار سے مشہور عالم ہیں۔ ان ہستیوں میں سب بڑی تعداد ان انسانوں کی ہے جو کسی مذہب کے بانی یا مبلغ یا راہبر قرار پائے۔ اس وقت میرا نقطۂ نظر اس نزاع کا تصفیہ نہیں ہے کہ مذہب کی بنیاد رکھنے والوں یا دینی رہبروں میں کون حقیقی اور کون سچا اور کون چھوٹا تھا اگر یہ بحث چھیڑ دوں تو شاید میرے مضمون کا سلسلہ کئی دن تک ختم نہ ہوگا اور بحث ومباحثہ وتنقید کا ایک لا متناہی باب ایسا کھل جائے گا جو قیامت تک ختم نہ ہوگا اس لئے میں اس وقت ایک مشہور عالم ہستی کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس کا نام نیک آج تک ہر مسلمان اور ہر اس انسان کے دل پر نقش ہے جس نے کبھی تاریخ اسلام پر نظر ڈالی ہو۔

یقیناً تمام وہ انبیاء ومرسلین، ان کے نائب پائدار اور مستقل شہرت کے مستحق ہوئے جن کے نام کتب سماوی توریت وزبور وانجیل وقرآن میں موجود ہیں اور یقیناً ان میں کی ہر ہستی تمام بہترین کردار اور حسن اخلاق سے مزین تھی۔ مگر اس میں بھی شک نہیں کہ ان تمام ہستیوں میں سر سبد فضائل کوئی ایک ہی صفت ہی رہی۔ کسی کو ملک کا سجدہ کرنا

تمام مخلوقات عالم میں ممتاز کر گیا تو کسی کا سفینہ دنیا کو غرق کر دینے والے طوفانی موجوں سے مقابلہ میں آج تک مشہور عالم ہے، کوئی آگ کو گلزار کر دینے سے شہرت حاصل کر گیا تو کوئی فرعونیت کے مقابلہ سے مستحق مدح وثنا ہوا، کسی نے جہاد میں شہرت حاصل کی تو کسی نے امن وصلح اور زہد و عبادت کے نقش دلوں پر جما دیئے، کوئی اپنی مظلومی اور صبر میں یادر کھنے کا قابل ہوا تو کوئی اطاعت خالق میں بچے کے گلے پر چھری رکھ دینے سے عزم واستقلال کی اس بلند منزل پر پہنچا جہاں سابقین میں کسی اور کی رسائی نہ ہوئی لیکن تمام مشہور عالم ہستیوں میں دو چچازاد بھائی، خسر وداماد، نبی ووصی یعنی محمد عربی وعلی ہاشمی ان تمام فضائل، حسبی ونسبی، ذاتی وصفاتی، دنیوی اور دینی میں ایسی بلندیوں پر پہنچے جہاں دشمن تو دشمن دوستوں کی نگاہ تلاش بھی حد بندیوں کا کوئی دائرہ قائم نہ کر سکی۔ دونوں قدرت خالق کے کمالات کا آئینہ، دونوں علم وحکمت باری کے مظہر، دونوں انسانیت کی اعلیٰ فرد، دونوں تمام اخلاق حسن کے جامع، دونوں ملکیت کے اعلیٰ افراد سے بھی بلند تر، دونوں نسل ابراہیمی کا شرف دونوں عربی، قریشی، ہاشمی مطلبی، دونوں اصول اربعہ اخلاق وحکمت وعفت وشجاعت و عدالت کے مظہر اتم بلکہ سرچشمہ اور منبع۔ ترجیح بلا مرجح عدل باری کے خلاف ہے اس لیے یہ ماننا ہر انصاف پسند انسان کے واسطے ناگریز ہے کہ جس کو قدرت نے نبوت ورسالت سے ممتاز کیا اس میں یقینا کچھ صفات سبب ترجیح ضرور تھے جس کی وجہ سے ایک رسول اور دوسرا وصی رسول ہوا مگر انصاف پسند دل اقرار کریں گے کہ جس کو وصی قرار دیا وہ بھی تمام فضائل نفسانی اور کمالات روحانی میں بعد محمد مصطفیٰؐ بے مثل وبے نظیر تھا۔ عربوں کی جو صفتیں قابل مدح تھیں، قریش کے جو فضائل لائق تعریف تھے، ہاشم کی سرداری، عظمت، سخاوت جو مشہور عالم تھی، عبدالمطلب کا انداز حکومت، طرز دیانت، معاملہ فہمی، صلح پسندی جن میں آپ تمام بنی ہاشم میں ممتاز تھے۔

ماں باپ دونوں کی طرف سے پہلے پہل علی اور ان کے بھائی ہی ان کے وارث ہوئے اور ان تمام صفات کے ساتھ ہی ساتھ وقت ولادت ہی سے ایمانداری، زہد و تقویٰ، علم ومعرفت، معاملہ فہمی، ذہانت، ذکاوت، عالی ہمتی، بلند نگاہی، بہادری اور شجاعت، عفت وعصمت، عدالت و حکمت، زہد وعبادت، کرم وسخاوت، بے غرضی وبے نفسی، سیاست اور اصابت رائے میں اتنے بلند تر مرتبوں تک پہنچے جہاں کوئی اور نہ پہنچ سکا۔ کسی ایک دو یا تین چار صفتوں میں کامل ہونا ہی وہ منزل ہے جہاں شاذ ونادر انسان بمشکل پہنچ سکے۔ چہ جائیکہ تمام صفات فضائل کا جامع ہونا بعد رسول علیؑ پر ختم ہو گیا یا پھر ان کی معصوم اولاد کی میراث میں آیا۔ تمام مسلمان اس ذات عالی کو کرم اللہ وجہہ کا مستحق مانتے ہیں اور یہ مانتے ہوئے اس بلند نگاہی کی تصدیق کر دیتے ہیں کہ وقت ولادت ہی علیؑ کو معرفت الٰہی کا کمال حاصل تھا۔ بچپنا ہر انسان کم عقلی ونافہمی ہی میں گزارتا ہے اگر ماں باپ ایماندار ہوں تو بچہ ہر عمل میں ماں باپ کی کچھ نہ کچھ پیروی کرتا ہے اگر گمراہ ہوں تو گمراہی میں ابوین کی تعلیم کا اثر لیتا ہے ہمارا تو مسلم الثبوت عقیدہ ہے کہ نبی وعلی کے والدین بلکہ جہاں

انوار طیبہ رہے وہ سب بطن وصلب طیب و طاہر تھے۔مگر اس میں تو شک نہیں کہ ان دونوں بزرگواروں کا کنبہ وقبیلہ ہم قوم وہم وطن معاشرے میں تمام وہ لوگ جو برابر سے شریک کار تھے، گمراہی و بداخلاقی، ظلم وشرک میں مبتلا تھے اور عام مسلمانوں کے خیالات کے مطابق ان دونوں بزرگواروں کے والدین بھی صحیح مذہب کے پیرو نہ تھے بہرحال جو کچھ بھی ہو اس ماحول میں بچپنا گزارنا اور کرم اللہ وجہہ کا مستحق ہونا، کسی گمراہی کی طرف وقت ولادت سے آخر عمر تک مائل نہ ہونا، ظلم وشرک، گمراہی اور بداخلاقی سے دامن پاک رکھنا، بس یہی ایک صفت علی کی پوری سوانح عمری کو بے داغ، بے عیب، کمال علم ومعرفت، حقیقت شناسی، معاملہ فہمی، عصمت و عفت کا ایسا زبردست ثبوت ہے کہ جس کے بعد کسی دلیل کی تنقیح وتنقید کی ذرہ برابر بھی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ ہر انصاف پسند کو ماننا پڑے گا کہ جو قبل بلوغ اور بچپنے کی ابتدائی گھڑیوں میں کبھی کسی غلطی میں مبتلا نہ ہوا اس عالم میں کہ جب جناب ابراہیمؑ کے سے افضل انبیاء و مرسلین نے ستاروں کو بار بار ھٰذا ربی کہہ کر بعض لوگوں کو العیاذ باللہ آپ کے کفروشرک کا مدعی بنا دیا علی نے دھوکا کھانے والوں کو بھی ایسی بدگمانیوں کا بھی موقع نہ دیا تو ظاہری بلوغ وکمال عقل و علم کے بعد یہ شبہہ کرنا یقینا بڑے سے بڑا ظلم اور بڑی سے بڑی غلطی ہے کہ علیؑ نے کوئی غلط دعویٰ کیا، کسی بات میں غلطی کی، کبھی جھوٹ میں بولے، یا خودغرضی سے، خود پرستی سے یا خاندان پرستی سے کام لیا۔

میں اس ذات کی مدح وستائش کیا کر سکتا ہوں جس کے یہاں فضائل میں یوم فتح خیبر رسول اکرمؐ بھی یہ کہہ کر چپ ہو گئے کہ ''اگر مجھ کو یہ شبہہ نہ ہوتا کہ لوگ ویسا ہی کچھ علی کے بارے میں بھی کہیں گے جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم کے واسطے کہا تو آج میں کچھ علیؑ کے فضائل بیان کرتا'' گویا رسول کا مقصد یہ تھا کہ ؎

خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست

تو میں ایسی ذات کے فضائل کیا بیان کر سکتا ہوں۔ میرا نقطۂ نگاہ مدح علیؑ میں ایک ہی نقطہ ہے یعنی کرم اللہ وجہہ۔ خدا نے علیؑ کے چہرے کو بزرگ رکھا، کبھی بت کے سامنے پیشانی خم نہ ہوئی اور میں سمجھتا ہوں کہ اس ایک جملہ میں علیؑ کی سبقت اسلام، کمال ایمان، کمال معرفت الٰہی، حقیقت شناسی، حق کی پیروی، جھوٹ اور کذب سے پرہیز، شوق عبادت، خالق جرأت وشجاعت یعنی جن کی عبادت میں تمام عرب کے ضدی ہٹ دھرم، شجاع اور بہادر سرخم ہوئے تھے ان کے سجدے سے بالا علان اور یوں اظہار کے ساتھ انکار کہ عالم انسانیت اس انکار کا شاہد ہو جائے۔ غرض تمام صفات وفضائل اس جملہ سے ظاہر ہیں جس کے بعد کسی توضیح وتشریح کی ضرورت نہیں۔ اس جملہ کا صرف آپ کی ذات سے مخصوص ہو جانا آپ کی سبقت اسلام، معرفت، علم وعصمت میں تمام اولین وآخرین سے برتر اور افضل تر ہونے کی دلیل اور اقرار صحیح ہے۔

۱۔ تمہارا بہترین دوست وہ ہے جو تمہاری غلطیوں پر تم کو متوجہ کرے اور نیک کام کی طرف راغب کرے۔ (رسول اکرمؐ)
۲۔ بچوں کے جو حقوق ماں باپ پر ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ ان کا خوبصورت نام رکھیں اور ان کی صحیح تربیت کریں۔ (رسول اکرمؐ)